اسلام اور امن عالم

تلخیص

ولی اللہ مجید قاسمی
استاذ جامعۃ الفلاح، بلریا گنج، اعظم گڑھ

ایفا پبلیکیشنز، نئی دھلی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب : اسلام اور امن عالم

تلخیص : ولی اللہ مجید قاسمی

صفحات : ۲۸

سن طباعت : ۲۰۱۵ء

قیمت : ۲۵

ناشر

ایفا پبلیکیشنز، نئی دھلی

۱۶۱-ایف، بیسمنٹ، جوگا بائی، پوسٹ باکس نمبر: ۹۷۰۸
جامعہ نگر، نئی دہلی - ۱۱۰۰۲۵
فون: 26981327 -011
ای میل: ifapublication@gmail.com

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

ارہاب اور جہاد	۹
دہشت گردی کی قسمیں	۱۰
دہشت گردی اور اسلام	۱۱
مدافعت کے حدود	۲۶

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام امن وآشتی اور صلح وسلامتی کا مذہب ہے، قرآن مجید میں ایسے خدا کا تصور پیش کیا گیا ہے جو رحمان ورحیم اور رؤف وکریم ہے، اور آخری پیغمبر کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ پوری کائنات کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں، اور اسلام کی تمام تعلیمات شفقت ومحبت پر مبنی ہیں، اس نے نہ صرف اپنوں سے الفت سکھائی ہے بلکہ دشمنوں سے بھی حسن سلوک کی تعلیم دی ہے۔

اس دین میں عدل وانصاف سب سے محبوب ومطلوب اور ظلم وستم اور فتنہ وفساد سب سے زیادہ مذموم اور ناپسندیدہ ہے، یہاں انسانی زندگی کی اس قدر اہمیت ہے کہ ایک شخص کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا گیا ہے اور مذہبی ونسلی تفریق کے بغیر ہر شخص کی عزت وآبرو اور جان ومال کی حفاظت کی ضمانت دی گئی ہے، یہی وجہ ہے کہ بہت سی غیر مسلم اقلیتیں (جیسے اسپین میں یہودی) مسلمان حکومتوں کے زیر سایہ زندگی گزارنے میں عافیت محسوس کرتی تھیں۔

فلسطین میں غاصبانہ طور پر یہودی حکومت کے قیام اور عیسائی دنیا میں عملاً یہودیوں کے تسلط کے بعد مسلمانوں کے خلاف ایک ایسی تحریک شروع ہوئی جو بیک وقت سیاسی بھی ہے، فکری بھی اور کشورکشائی اور قبضہ گیری بھی، اور مظلوم کو ظالم ثابت کرنے اور ہر سطح پر انہیں ذلیل ورسوا کرنے کی سازش بھی؛ چنانچہ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ مغربی ممالک پہلے تو مسلمانوں اور بالواسطہ امن پسند اور صلح جو مذہب اسلام پر دہشت گردی کا الزام لگاتے ہیں اور پھر باری باری مختلف مسلم ملکوں پر اسی بہانے حملہ کرتے ہیں اور دفاع اور آزادی کے لئے

کوشش کرنے والوں پر دہشت گرد کا لیبل چپکا دیتے ہیں۔

مسلمان خواہ کتنے بھی مشکل ترین حالات سے نبرد آزما ہوں، بہر حال ان کی حیثیت خیر امت اور انسانیت کے لئے رہبر ورہ نما کی ہے، اس لئے انہیں ایک طرف مغرب کے پروپیگنڈے کا جواب بھی دینا ہے اور دوسری طرف اسلام کی حقیقی تعلیمات لوگوں کے سامنے پیش کرنا بھی ہے، ہر مشکل اور صبر آزما حالات میں بھی اپنے آپ کو اسلامی تعلیمات پر ثابت قدم رکھنا ہے، اسی پس منظر میں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے چودھویں فقہی سمینار کے موضوعات میں ایک اہم موضوع ''اسلام اور امن عالم'' رکھا گیا تھا جس میں اسلامی نقطہ نظر سے دہشت گردی کی حقیقت، ریاستی اور عوامی دہشت گردی، ردعمل اور احتجاج کے سلسلے میں شرعی حدود، مدافعت کا حکم اور اس سلسلے میں شرعی اصول، نیز دہشت گردی کے تدارک کے لئے اسلامی تعلیمات جیسے اہم مسائل پر اہل علم کو بحث کی دعوت دی گئی تھی جس کے جواب میں علماء اور ارباب افتاء کے ۵۴ مقالات آئے، اسلام اور امن عالم کے نام سے اکیڈمی کی طرف سے شائع کر دیا گیا ہے، جو پچاس مقالات، مناقشہ، تلخیص اور عرض مسئلہ پر مشتمل ہے، اور ۴۵۷ صفحات پر محیط ہے۔

اسلامک فقہ اکیڈمی نے اس سمینار میں جو تجاویز منظور کیں، وہ تجاویز تشریح ووضاحت کے ساتھ پیش خدمت ہے :

۱۔ ''تشدد کا ہر وہ عمل جس کے ذریعہ کسی فرد یا جماعت کو کسی شرعی جواز کے بغیر خوف وہراس میں مبتلا کیا جائے یا اس کی جان ومال، عزت وآبرو، وطن ودین اور عقیدے کو خطرے سے دوچار کیا جائے دہشت گردی ہے، خواہ یہ عمل فرد کی طرف سے ہو یا جماعت وحکومت کی طرف سے۔

تشریح :

ظلم اور فتنہ وفساد کی ہر شکل کا نام دہشت گردی ہے، خواہ اس کا شکار کوئی مسلم ہو یا غیر مسلم، اس لئے کہ اللہ کی نگاہ میں ہر انسان لائق تکریم ہے، اور اس کی جان ومال، دین ومذہب اور عزت وآبرو کا احترام ضروری ہے، اور مذہب کی تفریق کے بغیر کسی بھی انسان پر ظلم وزیادتی حرام ہے۔

اور اس سلسلہ میں غیر مسلم ممالک کا رویہ تعصب اور جانب داری پر مبنی ہے، وہ ہر چیز کو اپنے مفاد کی روشنی میں دیکھنے کے عادی ہیں، اور ان کی ہر پالیسی جغرافیائی اور نسلی امتیازات اور سیاسی مفادات کا آئینہ دار ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خود ان میں آج تک دہشت گردی کی کسی تعریف پر اتفاق پیدا نہ ہوسکا، اقوام متحدہ نے اپنے اجلاس مورخہ ۱۸ رستمبر ۱۹۷۲ء سے لیکر ۷ ردسمبر ۱۹۸۷ء تک اس کی تعریف میں گزارے ہیں، مگر ’’ ہے یہ وہ لفظ جو شرمندۂ معنی نہ ہوا نی نی۔

اگر ان کے مفادات کے مطابق ہو تو دہشت گردی کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے اور آزادی کا خوبصورت نام دے دیا جاتا ہے، اور اگر ان کے مفادات کے خلاف ہوا تو حقیقی آزادی کے لئے جدو جہد اور غصب شدہ حق کے حصول کے لئے کوشش دہشت گردی ہے، کہیں ملوکیت کے سر پر ہاتھ رکھا جاتا ہے تو کہیں جمہوریت کے نام پر منتخب جمہوری حکومتوں کو پامال کیا جاتا ہے۔

ارہاب اور جہاد :

دہشت گردی کے مفہوم کی ادائیگی کے لئے عربی لفظ ارہاب کا استعمال درست نہیں ہے؛ کیونکہ ’’ارہاب نی نی ایک عسکری حکمت عملی، دفاعی پوزیشن اور دشمن کو جارحیت سے باز رکھنے سے عبارت ہے، اور جہاد ومقاومت میں شامل ہے جس کے ذریعہ ظلم اور فتنہ وفساد کے دروازے کو بند کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وأعدّوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم“ (سورہ الانفال/٦٠)۔

(تم ان کے مقابلے کے لئے بھر پور قوت کی تیاری کرو، اور گھوڑے بھی تیار رکھو، کہ اس کے ذریعہ تم اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو خوف زدہ رکھ سکو گے)۔

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ حفاظت ومدافعت کے لئے اپنی پوزیشن کو اتنا مضبوط بناؤ کہ امن وچین اور انسانیت کے دشمن کسی شر انگیزی کی ہمت نہ کرسکیں، کہ مفسدانہ کاموں کی وجہ سے معاشرہ میں بگاڑ اور لوگوں میں خوف وذلت پیدا ہوتی ہے، اور سماج میں امن وسکون اور فکروعمل کی آزادی کے لئے جدوجہد کرنے کا نام ہی جہاد ہے۔

اسلام نے یہ تصور دیا ہے کہ انسان اپنے فکروعمل میں آزاد ہے، یہ آزادی اور اختیار انسان کو اللہ کی طرف سے ملا ہوا ہے، کسی قوم یا کسی فرد کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ انسانوں کو اپنا غلام بنائے اور ان کی آزادی کو چھیننے کی کوشش کرے، یہاں تک کہ رسول کو مخاطب کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

”أفانت تکرہ الناس حتی یکونوا مؤمنین“ (سورہ یونس/٩٩)۔

(کیا تم لوگوں سے زبردستی کروگے یہاں تک کہ وہ ایمان قبول کرلیں)۔

فکری، علمی، عملی اور اقتصادی اعتبار سے انسانوں کو آزادی دلانے کے لئے کوشش کرنے کا نام ہی جہاد ہے، جس کے لئے زبان اور قلم بھی معاون ہے، اور کبھی ہتھیار دکھانے کی ضرورت بھی پڑجاتی ہے جس کے لئے سب سے اہم شرط یہ ہے کہ وہ حکومت کے زیر قیادت ہو، انفرادی طور پر یا مختلف گروپوں کے ہتھیار اٹھا لینے کا نام جہاد نہیں ہے۔

دہشت گردی کی قسمیں :

دہشت گردی اور بالفاظ دیگر جارحانہ حملہ، ظلم وستم، فتنہ وفساد کی کارروائی کسی ایک فرد کی طرف سے بھی ہوسکتی ہے، اور کسی جماعت کی طرف سے بھی؛ یہاں تک کہ حکمراں طبقہ بھی اسی میں ملوث ہوسکتا ہے، اسی طرح سے یہ فکری بھی ہوتی ہے، اور اقتصادی بھی، مسلکی اور علمی بھی، دہشت گردی کی ان قسموں میں فکری دہشت گردی سب سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے، اور ریاستی دہشت گردی سب سے زیادہ پیچیدہ اور نازک ہے، ریاستی دہشت گردی سے مراد ہر وہ دہشت گردانہ عمل ہے جس کو بین الاقوامی سطح پر تسلیم شدہ کوئی ادارہ یا حکومت انجام دے؛ خواہ اس کو بروئے کار لانے والی اس ملک کی فوج اور پولیس ہو یا انفرادی عناصر، جس میں اپنے ہی ملک کے باشندوں کے ساتھ مذہبی، لسانی اور نسلی بنیاد پر ظلم وجور، درندگی وسفا کی کا معاملہ کیا جاتا ہے، انہیں دستوری حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے، ان کی رائے، ضمیر اور عقیدہ ومذہب پر پابندی عائد کی جاتی ہے، جیسے بھارت میں حکومتی سرپرستی میں ہونے والے فسادات، اور ملازمتوں میں مسلمانوں کی برائے نام شمولیت، اور ان کے حقوق کی پامالی۔

دہشت گردی اور اسلام :

اسلام امن وآشتی کا مذہب ہے، ظلم وجور، فتنہ وفساد، دہشت گردی اور تخریب کاری کا سخت مخالف ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

"انه من قتل نفسا بغير نفس أو فساد فى الارض فكأنما قتل الناس جميعا ومن أحياها فكأنما أحيا الناس جميعا" (سورہ المائدہ/ ۳۲)۔

(کہ جس نے جان کے بدلے کے بغیر کسی کو قتل کیا، یا روئے زمین میں فساد کے بغیر قتل کیا تو گویا اس نے سارے انسانوں کو قتل کردیا، اور جس نے کسی کی جان بچائی تو گویا کہ اس نے سارے انسانوں کی جان بچادی)۔

اورفتنہ وفساد برپا کرنے والوں اور دہشت گردوں کے لئے اسلام میں بڑی سخت سزا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

"إنما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله ويسعون فى الأرض فساداً أن يقتلوا أو يصلبوا أو تقطع أيديهم وأرجلهم من خلاف أو ينفوا من الأرض" (حوالہ مذکور ر ۳۳)۔

(جولوگ اللہ اوراس کے رسول سے جنگ کریں اور زمین میں فساد پھیلاتے رہیں ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی پر لٹکا دیئے جائیں، یا مخالف جانب سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں، یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے)۔

نیز ارشاد ربانی ہے:

"ولا تبغ الفساد في الأرض إن الله لا يحب المفسدين" (سورۃ القصص ر ۷۷)۔

(روئے زمین میں فساد نہ پھیلاؤ، بلاشبہ اللہ تعالیٰ فسادیوں کو پسند نہیں کرتے ہیں)۔

بلکہ یہاں تک کہا گیا کہ فتنہ وفساد پھیلانا قتل سے بھی سنگین ہے۔

"والفتنة أشد من القتل" (سورۃ البقرۃ ر ۱۹۱)۔

غرضیکہ دہشت گردی اور تشدد کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں اور اس کا مرتکب دنیا وآخرت میں سخت سزا کا حقدار ہے، اسلامی تعلیمات میں جنگ برائے جنگ یا ہوس ملک گیری یا اقتصادی اور فکری اعتبار سے کسی کو غلام بنانے کے لئے جنگ کا کوئی تصور نہیں ہے۔

۲۔ کسی بھی حکومت وریاست کی طرف سے ایسی تدبیریں اختیار کرنا جن سے کسی فرد اور جماعت کو اس کے واجبی حقوق سے محروم کیا جائے یا ان کو کسی طرح کا نقصان پہونچایا جائے دہشت گردی میں داخل ہے۔

تشریح :

ظلم وزیادتی انفرادی ہو یا ریاستی بہرحال دہشت گردی ہے۔ حکمراں طبقہ کی یہ ذمہ داری اور فریضہ ہے کہ وہ کسی تفریق کے بغیر لوگوں کے سماجی، معاشی اور سیاسی حقوق ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ولا یجرمنکم شنآن قوم علی أن لا تعدلوا إعدلوا ھو أقرب للتقوی" (سورۃ المائدہ/۸)۔

(کسی قوم کی دشمنی تمہیں خلاف انصاف پر آمادہ نہ کرے، انصاف کیا کرو جو تقوی کے زیادہ قریب ہے)۔

"إن اللہ یأمرکم أن تودوا الأمانات إلی أھلھا وإذا حکمتم بین الناس أن تحکموا بالعدل" (سورۃ النساء/۵۸)۔

(اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ادا کردو اور جب لوگوں کے درمیان تم فیصلہ کرو تو عدل سے کام لو)۔

"إن اللہ یأمر بالعدل والإحسان وإیتاء ذی القربی وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی، یعظکم لعلکم تذکرون" (سورۃ النحل/۹۰)۔

(اللہ تعالیٰ عدل واحسان اور رشتہ داروں کو نوازنے کا حکم دیتے ہیں، اور بے حیائی کے کاموں اور ناشائستہ حرکتوں اور ظلم وزیادتی سے روکتے ہیں، وہ تمہیں نصیحت کررہے ہیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو)۔

اور جب اہل حکومت رعایا کے درمیان تفریق برتیں اور انہیں قصداً ان کے حقوق سے محروم رکھیں تو یقینی طور پر وہ ظالم اور دہشت گرد قرار پائیں گے، البتہ اس طرح کی ظالمانہ کارروائی کے جواب میں ہتھیار اٹھانا اور قانون کو اپنے ہاتھ میں لینا باعث فتنہ ہے جس سے بچنا ضروری

ہے۔

۳۔ (الف) کسی بھی طرح کی ناانصافی کے خلاف مناسب اور موثر طریقہ پر آواز کا اٹھانا مظلوم کا ایک حق ہے۔

(ب) نیز مظلوم کی طرف سے ظلم کا دفاع دہشت گردی نہیں ہے۔

تشریح:

ظلم و ناانصافی ایک مذموم حرکت ہے، دنیا کے کسی بھی مذہب میں اس کی اجازت نہیں ہے، اس کے خلاف مناسب اور موثر طریقے پر آواز بلند کرنا مظلوم کا حق ہے، اس لئے کہ ظلم پر خاموش رہنے سے بھی ظلم کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے مومنین کی ایک صفت یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ:

"**والذين إذا أصابهم البغي هم ينتصرون**" (سورۃ الشوری/۳۹)۔

(اور جب ان پر ظلم وزیادتی کی جاتی ہے تو وہ صرف بدلہ لے لیتے ہیں)۔

نیز فرمایا گیا ہے کہ:

"**لا يحب الله الجهر بالسوء من القول إلا من ظلم**" (سورۃ النساء/۱۴۸)۔

(برائی کے اظہار اور بیان کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے ہیں، سوائے اس کے کہ کسی پر ظلم کیا گیا ہو)۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس اور قتادہ کہتے ہیں کہ ایسی بات کا برملا اظہار کرنا جس سے دوسرے کو تکلیف ہو اللہ کو پسند نہیں ہے، ہاں مظلوم کے لئے اجازت ہے کہ وہ ظالم کے خلاف بددعا کرے، حضرت اصم کہتے ہیں کہ پوشیدہ امور کو ظاہر کرنا درست نہیں ہے؛ البتہ مظلوم کے لئے اجازت ہے کہ وہ اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا تذکرہ لوگوں سے کرے بایں طور کہ وہ بیان کرتا پھرے کہ فلاں نے میرا مال چوری کرلیا ہے یا مجھ سے چھین لیا ہے (دیکھئے:

التفسیر الکبیر للرازی ۱۱/۹۱، تفسیر قرطبی ۶/۱)۔

سید رشید رضا مصری لکھتے ہیں کہ اگر مظلوم شخص ظالم کے ظلم کو حکام کے سامنے یا ایسے لوگوں سے بیان کرے جن سے ظلم کے خلاف مدد اور تعاون کی امید ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے (تفسیر المنار ۶/۵)۔

غرضیکہ ظلم کا چرچا کرنا، احتجاج کرنا، ظالم کے لئے بددعا کرنا جائز اور درست ہے، اور موجودہ زمانے میں احتجاجی جلسہ، اخباروں میں مذمتی بیان، احتجاجی جلوس وغیرہ صحیح ہے بشرطیکہ اعتدال ملحوظ رہے۔

اللہ کے آخری فرستادے کا اعلان اور فرمان ہے کہ:

"من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فإن لم يستطع فبلسانه فإن لم يستطع فبقلبه و ذلك أضعف الإيمان" (صحیح مسلم/۴۹، جامع ترمذی/۲۱۸)۔

(تم میں سے جو کوئی کسی منکر کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے، اگر ہاتھ سے نہ کر سکے تو زبان سے، اور اگر زبان سے بھی نہ ہو سکے تو دل میں برا جانے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے)۔

"إن الناس إذا رأوا الظالم فلم يأخذوا على يديه أوشك أن يعمهم الله بعقاب منه" (سنن ابوداؤد، حدیث: ۴۳۳۸)۔

(جب لوگ کسی کو ظلم کرتے دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو عمومی طور پر سزا دے)۔

ایمان کا تقاضا ہے کہ ہم ظلم پر سراپا احتجاج بن جائیں، اور حسب استطاعت اسے ختم کرنے کی کوشش کریں، انسانی سماج کو ظلم و ناانصافی سے پاک کرنا اور معاشرہ کے محروم طبقات کو ان کے حقوق دلانا ہر فرد کی ذمہ داری ہے، اور یہی وجہ ہے کہ حدیث میں اسے

بہترین جہاد کہا گیا ہے، **أفضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر** (رواہ ابوداؤد، واللفظ لہ، الترمذی وابن ماجہ، الترغیب للمنذری ۲/۸۸۶)۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص اپنے پڑوسی کی شکایت لیکر آیا، آپ نے فرمایا کہ تم اپنا سامان راستہ میں ڈال دو، اس نے ایسا ہی کیا، لوگ وہاں سے گزرتے اور یہ منظر دیکھ کر اس پڑوسی پر لعن طعن کرتے، وہ پڑوسی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ لوگ مجھے تکلیف پہونچارہے ہیں، اللہ کے رسول نے پوچھا: کیا کررہے ہیں؟ کہنے لگا کہ مجھ پر لعنت بھیج رہے ہیں، آپ نے فرمایا کہ لوگوں سے پہلے تو اللہ نے تم پر لعنت کی ہے، اس نے کہا کہ میں آئندہ ایسا نہیں کروں گا، اتنے میں شکایت کرنے والے بھی آگئے، آپ ؐ نے کہا: اپنا سامان اٹھالو، مقصد پورا ہوگیا (مجمع الزوائد ۸/۱۷۰)۔

مکہ کے مشرکانہ ماحول میں آپ کو منصب نبوت پر سرفراز کئے جانے سے پہلے کا واقعہ ہے کہ قبیلہ زبید کا ایک شخص سامان تجارت لیکر مکہ آیا، قریش کے ایک سردار عاص بن وائل نے سارا سامان خریدلیا، اور قیمت ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنے لگا، اس نے سرداران قریش سے مدد چاہی لیکن عاص بن وائل کی حیثیت اور وجاہت کی وجہ سے انھوں نے اس کا ساتھ دینے سے انکار کردیا، اب اس نے حرم میں جاکر ہر باحوصلہ، صاحب ہمت، اور حق وانصاف کے حامی سے فریاد کی، لوگوں کو غیرت آئی اور اس طرح کی صفات کے لوگ عبداللہ بن جدعان کے مکان پر جمع ہوئے اور انھوں نے یہ معاہدہ کیا کہ ہم سب ظالم کا مقابلہ اور مظلوم کی حمایت کریں گے، اور صاحب حق کو اس کا حق دلائیں گے، اس معاہدہ کا نام حلف الفضول رکھا گیا، اور پھر سب مل کر عاص بن وائل کے پاس گئے اور زبیدی کا حق دلایا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس معاہدہ میں شریک تھے اور بعثت کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ اسلام کے بعد بھی کوئی مجھے اس طرح کے معاہدہ کے لئے بلائے تو میں ضرور حاضر ہوں گا (دیکھئے: سیرت

ابن کثیر ۱/ ۲۵۸)۔

غرضیکہ مظلوم کا ظالم کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا، اور ظالم کو بے نقاب کرنا ایک پسندیدہ امر ہے، اور جو لوگ براہ راست اس کے شکار نہیں ہیں، انہیں بھی محض تماشائی کا کردار ادا نہیں کرنا چاہئے؛ بلکہ ظلم کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے، اور ظالم وجابر شخص کو عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کرنے اور قانون کے شکنجے میں کسنے کے لئے پوری طاقت لگا دینا چاہئے، معروف فقیہ علامہ داماد آفندی لکھتے ہیں:

"جو شخص اپنے قول وفعل کے ذریعہ لوگوں کو پریشان کرتا ہو تو اس کے ظلم کا تذکرہ غیبت میں داخل نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاسق وفاجر کی برائیوں کو بیان کرو تا کہ لوگ اس سے دور رہیں، اور ظالم کو اہل حکومت تک پہونچائیں تا کہ وہ اسے ڈانٹ ڈپٹ کریں، اور اس میں کوئی گناہ نہیں ہے؛ اس لئے کہ یہ بھی ظلم سے روکنے اور منکر سے منع کرنے میں شامل ہے نی نی (مجمع الانہر ۲/ ۵۵۲، کتاب الکراہیۃ، فصل فی المتفرقات)۔

لیکن ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے میں یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ اس میں کسی طرح کے تشدد اور زیادتی کی آمیزش نہ ہو، اس لئے کہ یہ خلاف شریعت ہے، شیخ بدران لکھتے ہیں:

ہر وہ چیز جو ممنوع تک لے جائے وہ بھی ممنوع ہوگی (اصول الفقہ الاسلامی/ ۲۴۲)۔

نیز یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ ظلم کے خلاف ردعمل کے اظہار میں مرتب ہونے والے نتائج کہیں اس سے زیادہ شدید نہ ہوں، اس طرح کی چیزوں میں حکمت مطلوب ہے اور جان کو ہلاکت میں ڈالنا صحیح نہیں ہے۔

۴۔ ظلم کرنے والوں کا تعلق جس طبقہ اور گروہ سے ہو، اس کے بے قصور افراد سے ظلم کا بدلہ لینا جائز نہیں ہے۔

تشریح :

اسلام ظلم کا بدلہ لینے کی اجازت دیتا ہے، مگر یہ بدلہ صرف ان لوگوں سے لیا جائے گا، جنہوں نے ظلم وجور کا ارتکاب کیا ہے، وہ لوگ جن کا ظالم کے مذہب، نسل، وطن یا خاندان سے تعلق ہے مگر وہ اس ظلم میں شریک نہیں ہیں، یعنی نہ وہ جسمانی طور پر شریک ہیں، نہ اس کی مالی مدد کی ہے اور نہ ہی منصوبہ سازی اور پلاننگ میں شریک رہے ہیں تو ایسے بے قصور افراد سے صرف اس بنیاد پر بدلہ لینا کہ وہ ظالم سے کسی طرح کا تعلق رکھتا ہے اسلامی اصول وقوانین کے خلاف ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”ولا تزر وازرة وزر أخرى“ (سورۃ الاعراف/ ۱۶۴)۔

(اور کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا)۔

”ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لوليه سلطانا فلا يسرف فى القتل إنه كان منصوراً“ (سورۃ الاسراء/ ۳۳)۔

(اور جو شخص ظلماً قتل کر دیا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو قاتل پر قابو دے رکھا ہے، پس اسے چاہئے کہ وہ قتل کرنے میں زیادتی نہ کرے بلاشبہ مقتول کے وارث کی مدد کی گئی ہے)۔

یعنی مقتول کے وارثوں کو یہ حق حاصل ہے کہ حاکم وقت کے فیصلے کے بعد قصاص میں قاتل کو قتل کر دیں یا اس سے خون بہا لیں یا معاف کر دیں، اور اگر وہ قصاص ہی لینا چاہیں تو اس میں ظلم وزیادتی نہ کریں کہ ایک کے بدلے میں دو کو مار دیں، اور مقتول کے وارثوں کو اس

بات کے لئے شکر گزار رہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کے لئے حاکموں کو تاکید کی ہے، لہٰذا وہ زیادتی کا ارتکاب کر کے ناشکری نہ کریں۔

"**وقاتلوا فی سبیل الله الذين يقاتلونكم ولا تعتدوا، إن الله لايحب المعتدين**" (سورۃ البقرۃ/۱۹۰)۔

(اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور ظلم وزیادتی مت کرو، اللہ تعالیٰ ظلم وزیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے)۔

اس آیت میں "ظلم وزیادتی نہ کرو" نئی کا مفہوم یہ ہے کہ تمہاری طرف سے جنگ کی شروعات نہیں ہونی چاہئے اور نہ ایسے لوگوں سے جنگ کرنا چاہئے جن سے جنگ کرنے سے منع کیا گیا ہے جیسے عورتیں، بچے، گرجوں اور عبادت خانوں میں رہنے والے (دیکھئے: تیسیر الرحمن ۱/۱۰۶)۔

"**فمن اعتدى عليكم فاعتدوا عليه بمثل ما اعتدى عليكم واتقوا الله واعلموا أن مع المتقين**" (سورۃ البقرۃ/۱۹۴)۔

(اور جو تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر اسی طرح کی زیادتی کرو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہیں)۔

"**وإن عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به ولئن صبرتم لهو خير للصابرين**" (سورۃ النحل/۱۲۶)۔

(اور اگر بدلہ بھی لو تو بالکل اتنا ہی جتنا صدمہ تمہیں پہونچایا گیا ہو اور اگر صبر کر لو تو بیشک صبر کرنے والوں کے لئے یہی بہتر ہے)۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے میں ہے کہ ان کے سگے بھائی کے پاس سے چوری کا سامان برآمد ہوا جس کی سزا قید تھی، ان کے دوسرے بھائیوں نے حضرت یوسف سے

درخواست کی کہ بنیامین کے والد بہت بوڑھے ہیں وہ ان کی جدائی برداشت نہیں کر پائیں گے، ان کے بدلے ہم میں سے کسی کو قید کیجئے تو انھوں نے فرمایا: اگر ہم ایسا کریں تو ظلم کریں گے (دیکھئے: سورہ یوسف ر ۷۸)۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب فوجیوں کو روانہ کرتے تو بطور خاص تاکید فرماتے کہ بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کریں (دیکھئے: صحیح بخاری ۲ر۲۳۱۶ مع الفتح، کتاب الجہاد، سنن ابوداؤد مع العون ر ۷ ر۱۱۳، کتاب الجہاد، بیت الافکار)۔

ایک موقع پر جنگ کے میدان میں عورت کی لاش دیکھ کر آپ نے سخت ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: یہ تو شریک جنگ نہیں تھی، **ما كانت هذه تقاتل**، اور حضرت خالد کو کہلا بھیجا کہ عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کریں (صحیح مسلم ر ۲۷۴۲، کتاب الجہاد وغیرہ ابوداؤد مع العون ر ۷ ر۱۱۳ واللفظ لہ)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء راشدین کا یہی طرز عمل رہا، حضرت ابوبکرؓ نے لشکر اسامہ کو روانہ کرتے ہوئے فرمایا:

''خیانت اور عہد شکنی نہ کرنا، مقتولین کے چہرے کو مت بگاڑنا، بچے، بوڑھے اور عورتوں کو قتل نہ کرنا، تمہارا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوگا جنہوں نے اپنے آپ کو عبادت گاہوں تک محدود کرلیا ہے، ان سے چھیڑ چھاڑ مت کرنا' (دیکھئے تیسیر الرحمان ار۱۰۶، الہدایہ ۲ر ۵۶۲، مجمع الانہر ار ۶۳۶)۔

''نزل نبي من الأنبياء تحت شجرة فلدغته نملة فأمر بجهازه فأخرج من تحتها وأمر بها فأحرقت بالنار فأوحى الله إليه فهلا نملة واحدة'' (صحیح مسلم/ ۲۳۶)۔

(ایک نبی کسی درخت کے نیچے آرام کر رہے تھے، ایک چیونٹی نے انہیں کاٹ لیا، اس پر انھوں نے تمام چیونٹیوں کو جلا ڈالا، اس پر اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ صرف ایک چیونٹی کو

کیوں نہیں مارا، اس کی وجہ سے تمام کو کیوں جلا ڈالا)۔

علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

صرف اس چیونٹی کو سزا کیوں نہیں دی جس نے جرم کیا تھا، دوسروں کو کیوں سزا دی گئی ان کا تو کوئی جرم نہیں تھا (المنہاج ۷/۹۷ ۱۳، حدیث: ۲۲۴۱، کتاب الحیوان)۔

ایک موقع پر حکومت کی طرف سے ایسے لوگوں کو بھی جلا وطن کر دیا گیا جو مجرم نہ تھے، امام اوزاعی نے علاقے کے صوبیدار کے نام خط لکھا کہ چند خاص لوگوں کے جرم کی وجہ سے تمہیں کیا حق تھا کہ جرم میں جو شریک نہ تھے ان کو بھی سزا میں شریک کراؤ، قرآن کا حکم یہ ہے کہ: **لاتزر وازرۃ وزر اخری** (فتوح البلدان للبلاذری)۔

ہدایہ میں یہ ضابطہ بیان کیا گیا ہے: **المظلوم لایظلم غیرہ** (الہدایۃ: مرغینانی)۔

(مظلوم، ظالم کے علاوہ کسی اور سے ظلم کا بدلہ نہیں لے سکتا ہے)۔

حاصل یہ ہے کہ ظلم کا بدلہ ایسے لوگوں سے لینا صحیح نہیں ہے جو کسی بھی طور سے اس ظلم میں شریک نہ ہوں؛ لیکن اگر کوئی شخص براہ راست ظلم میں شریک نہ ہو لیکن بالواسطہ ظالموں کے ساتھ ہو یا اس کا تعلق کسی ایسی پارٹی سے ہو جو قتل وغارت گری میں ملوث ہو تو اس پارٹی کے جو بھی افراد ظلم اور بلوہ میں شریک ہوں ان سے تو انتقام لیا ہی جائے گا اس پارٹی کے دیگر افراد بھی اس جرم میں درجہ اور مرتبہ کے اعتبار سے شریک مانے جائیں گے؛ چنانچہ درمختار اور ردالمحتار میں ہے:

مذکورہ احکام ان تمام لوگوں پر لاگو ہوں گے خواہ انھوں نے براہ راست قتل کیا ہو، اسے پکڑا ہو یا اسے دھمکی دی ہو (ردالمحتار ۴/ ۱۱۵) اس لئے کہ یہ محاربہ کی سزا ہے، اور یہ صادق ہے ہر اس شخص کو جو اس کے لئے معین اور مددگار ہوگا۔

اور علامہ داماد آفندی لکھتے ہیں:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ میں عورت اور غیر مکلف کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے، لیکن اگر ان میں سے کوئی جنگ میں رائے، مشورہ اور مال سے شریک ہو بایں طور کہ وہ مشورہ اور تدبیر کے ذریعہ اور مالی مدد سے کافروں کو جنگ کے لئے آمادہ کر رہا ہو یا یہ کہ بادشاہ ہو، تو اسے قتل کیا جائے گا، اس لئے کہ اس کے ذریعہ لوگوں کو نقصان پہونچے گا (مجمع الانہر ۱/۶۳۶)۔

ظالم سے ظلم کا بدلہ لینے کے سلسلہ میں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ظالم یا اس کے گروہ سے انتقام لینے کا حق، اسلام میں کسی مظلوم کو نہیں دیا گیا ہے؛ اس لئے کہ مجرموں کو ان کے جرائم کی سزا خود مظلوم افراد دینا شروع کر دیں تو پورے ملک میں لاقانونیت پھیل جائے گی، قانون، حکومت اور عدالتی نظام بے معنی ہو جائے گا، اور کبھی اصل مجرم چھوٹ جائے گا اور بے قصور زد میں آ جائے گا، مجرم کی شناخت، اور جرم کی تعیین اور نوعیت وغیرہ کا تعلق حکومت اور عدالتی نظام سے ہے، جرائم کی سزا کے لئے حاکم اور حکمراں طبقہ مقرر کیا گیا ہے، لہٰذا خود ظالم سے انتقام لینا شرعی اعتبار سے ناروا اور غلط ہے۔

۵- دہشت گردی کے سد باب کی صورت یہ ہے کہ تمام لوگوں کو مساوی طریقہ پر عدل وانصاف فراہم کیا جائے، انسانی حقوق کا مکمل احترام، جان ومال اور آبرو کا مکمل تحفظ کیا جائے، نسلی، قبائلی، مذہبی اور لسانی امتیازات کا لحاظ کئے بغیر تمام انسانوں کو باعزت زندگی گزارنے کا موقع دیا جائے۔

تشریح :

مختلف ممالک میں دہشت گردی کے اسباب الگ الگ ہو سکتے ہیں، لیکن کچھ اسباب مشترک بھی ہو سکتے ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں:

۱– مذہبی تنگ نظری اور عدم رواداری۔

۲– اپنے مذہب اور تہذیب میں دوسروں کو ضم کرنے کی کوشش۔

۳– ملک گیری کی ہوس۔

۴– دوسرے ممالک کے قدرتی وسائل پر غاصبانہ نظر۔

۵– پوری دنیا پر اپنی اجارہ داری اور برتری قائم کرنے کی کوشش۔

۶– حق وانصاف سے انحراف۔

۷– احساس محرومی۔

۸– قانونی راستے سے حقوق حاصل کرنے اور ناانصافیوں کو دور کرنے میں رکاوٹ۔

۹– معاشی محرومی یعنی کسی خاص قوم کو پسماندہ بنادینے کی دانستہ کوشش۔

۱۰– فرقہ وارانہ فساد سے چشم پوشی، بلکہ اس کی حوصلہ افزائی۔

دہشت گردی کے سد باب کا واحد ذریعہ، اسلام کا عطا کردہ عادلانہ نظام ہے کہ اسلام ہی نجات دہندہ اور ایک مکمل مذہب ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

"إعدلوا هو أقرب للتقوى" (سورۃ المائدہ/۸)۔

(عدل کرو یہ تقوی سے زیادہ قریب ہے)۔

"وإذا حكمتم بين الناس أن تحكموا بالعدل إن الله نعمّا يعظكم به" (سورۃ النساء/۵۸)۔

(جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کیا کرو، اللہ تمہیں کتنی اچھی نصیحت کر رہا ہے)۔

"يا أيها الذين آمنوا كونوا قوامين بالقسط ولو على أنفسكم أو الوالدين والأقربين، إن يكن غنيا أو فقيرا فالله أولى بهما" (حوالہ مذکور/۱۳۵)۔

(ایمان والو! عدل وانصاف پر مضبوطی سے قائم رہو اور اللہ کی خوشنودی کے لئے سچی گواہی دینے والے بن جاؤ، گرچہ خود تمہارے، تمہارے ماں باپ یا رشتہ داروں کے خلاف ہو، اگر وہ شخص امیر یا فقیر ہے تو ان دونوں کی بہ نسبت اللہ تم سے زیادہ قریب ہے)۔

ہر شخص کو اس کا حق دیا جائے، ہر طرح کے ظلم وجور کو مٹایا جائے، لوگوں کی گردنیں جبر سے آزاد ہوں اور ان کی زبانیں حق کہنے کے لئے تیار، خود ساختہ تفوق و برتری سے بچا جائے اور انسانیت کا احترام کیا جائے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"**ولقد کرمنا بنی آدم**" (سورہ بنی اسرائیل/۶۹)۔

(ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت عطا کی ہے)۔

"**یا أیھا الناس إنا خلقناکم من ذکر و أنثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا إن أکرمکم عند اللہ أتقاکم**" (سورۃ الحجرات/۱۳)۔

(لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد وعورت سے پیدا کیا ہے، اور پھر تمہیں قبیلوں اور خاندانوں میں بانٹ دیا ہے تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو، بلاشبہ اللہ کی نگاہ میں تم میں سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے)۔

حکومتوں کا یہ فریضہ اور ذمہ داری ہے کہ وہ نسلی، قبائلی اور مذہبی امتیازات کا لحاظ کئے بغیر تمام باشندوں کو باعزت زندگی گزارنے کا موقع دیں اور عقائد وافکار اور تہذیب وتمدن کو بزور مسلط کرنے کی کوشش نہ کریں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"**لا إکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی**" (سورۃ البقرہ/۲۵۶)۔

(دین کے معاملہ میں کوئی زبردستی نہیں ہے، ہدایت اور ضلالت واضح ہوچکی ہے)۔

"**فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر إنا أعتدنا للظالمین نارا أحاط بھم سراد**

قھا"(سورۃ الکھف ر ۲۹)۔

(جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے، ظالموں کے لئے ہم نے ایسی آگ تیار کررکھی ہے جس کی قناتیں انہیں گھیرلیں گی)۔

اور مفاہمت اور رواداری کو فروغ دیا جائے، مسائل کے حل کے لئے سنجیدہ مذاکرات اور بامعنیٰ گفتگو کی راہ ہموار کی جائے اور سب سے بڑھ کر اللہ کی محبت وعظمت پیدا کی جائے، آخرت کا استحضار اور مرنے کے بعد کی زندگی کا یقین ہو، اور دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری اور بے وقعتی ذہنوں میں تازہ ہو؛ اس لئے کہ دہشت گردی کی ایک اہم وجہ دنیا کی ہوسناکی بھی ہے، ان سب کے باوجود کچھ شرانگیز سر اٹھائیں تو ان کے خلاف طاقت کا استعمال کیا جائے۔

۶ـ کسی کی جان ومال اور عزت وآبرو پر حملے کی صورت میں اس کو مدافعت کا پورا حق حاصل ہے۔

تشریح :

دفاع مظلوم کا ایک فطری حق ہے اور ظلم کی مدافعت، شریعت میں مطلوب اور پسندیدہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ومالکم لا تقاتلون فی سبیل اللّٰہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا أخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم أھلھا"(سورۃ النساء ر ۷۵)۔

(پھر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں جنگ نہ کرو ان کمزور مرد وعورت اور ننھے ننھے بچوں کے چھٹکارے کے لئے جو اللہ سے فریاد کررہے ہیں کہ اے رب! ہمیں ان ظالموں کی بستی سے نجات دلا)۔

"أذن للذين يقاتلون بأنهم ظلموا وإن الله على نصرهم لقدير" (سورۃ الحج ر ۳۹)۔

(جن مسلمانوں سے کافر جنگ کر رہے ہیں، انہیں بھی مقابلے کی اجازت دی جاتی ہے، کیونکہ وہ مظلوم ہیں)۔

اس آیت میں جہاد کا مقصد مظلومیت کا خاتمہ بتلایا گیا ہے، اس لئے کہ اگر مظلوموں کو دفاع کی اجازت نہ دی جائے اور ان کی مدد کی نہ جائے، تو پھر ظلم کا بول بالا ہوگا، زمین فساد سے بھر جائیگی، اور شریف لوگوں کا جینا دوبھر ہو جائے گا۔

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من قتل دون ماله فهو شهيد ومن قتل دون دمه فهو شهيد ومن قتل دون دينه فهو شهيد ومن قتل دون أهله فهو شهيد (جامع ترمذی ۱ر۲۶۱ وغیرہ)۔

(جو کوئی مال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے، جو اپنی جان کی حفاظت میں قتل کیا جائے وہ شہید ہے اور جو کوئی اپنے دین کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے اور جس کی جان اہل وعیال کی حفاظت میں چلی جائے وہ شہید ہے)۔

جاء رجل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله، أرأيت إن جاء رجل يريد أخذ مالي؟ قال: فلا تعطه مالك، قال: أرأيت إن قاتلني؟ قال: فاقتله، قال: أرأيت إن قتلني، قال: فأنت شهيد، قال: أرأيت إن قتلته؟ قال: هو في النار (صحیح مسلم ر ۷۷، کتاب الایمان)۔

(ایک آدمی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور دریافت کیا کہ آپ کیا کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص میرے پاس سے میرا مال چھیننا چاہے، آپ نے فرمایا کہ اسے مت دو، کہنے لگا کہ اگر وہ اس کے لئے مجھ سے جنگ کرے تو کیا کروں، آپ نے فرمایا کہ تم بھی اس سے مقابلہ کرو، کہنے لگا کہ اگر وہ مجھے قتل کردے تو کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ تم شہید ہو گے،

انھوں نے پوچھا کہ اگر میں اسے قتل کردوں تو؟ آپ نے فرمایا کہ وہ جہنمی ہوگا)۔

ابوالمخارق اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ:

ایک شخص اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھا کہ اگر کوئی شخص میرا مال لینے کے لئے میرے پاس آئے تو میں کیا کروں، آپ نے فرمایا کہ اسے اللہ کی سزا یاد دلاؤ، انھوں نے کہا کہ اگر وہ اس سے نصیحت حاصل نہ کرے تو، آپ نے فرمایا کہ اپنے آس پاس کے مسلمانوں سے مدد مانگو، انھوں نے دریافت کیا کہ اگر میرے پاس پڑوس میں مسلمان نہ ہوں تو، آپ نے فرمایا کہ حکومت سے مدد مانگو، کہا کہ اگر وہ بھی مجھ سے دور ہو تو، آپ نے فرمایا کہ اپنے مال کی حفاظت میں جنگ کرو، یہاں تک کہ شہادت کا مرتبہ حاصل کرلو، یا اپنے مال کو بچالو (فتح الملہم ۱؍۲۸۴)۔

حاصل یہ ہے کہ اسلام نے فرد کو اپنی جان، مال، عزت وآبرو اور دین کی حفاظت کا حکم دیا ہے، ان پر حملہ ہو تو ہر شخص کو ان کی مدافعت کا پورا حق حاصل ہے، بلکہ جنگ کی مشروعیت کی حکمت بھی یہی ہے؛ کیونکہ اسلام نے صرف دو حالتوں میں جنگ کی اجازت دی ہے، ایک یہ کہ کسی کی جان، مال، عزت اور وطن خطرے میں ہو، دوسرے یہ کہ مذہبی آزادی حاصل نہ ہو (فقہ السنۃ ۲؍۹۱)، گویا کہ جہاد صرف جبر واستبداد کے خلاف ہے، اور جس کا مقصد جارح کو ظلم اور جارحیت سے باز رکھنا ہے۔

مدافعت کے حدود :

اسلام میں ہر چیز کے لئے حدود اور ضابطے مقرر ہیں جن کا لحاظ ضروری ہے، مدافعت کے لئے شریعت نے درج ذیل اصول اور طریقے متعین کئے ہیں:

۱- اپنی طرف سے قتل وقتال کی ابتدا نہ کرے، جیسا کہ گزشتہ حدیث میں اس کی

صراحت ہے۔

۲–جس حملہ سے دفاع کر رہا ہو وہ شرعاً ظلم وعدوان کی حد میں آ تا ہو۔

۳–حملہ کا بالفعل وقوع ہو، ایسا نہ ہو کہ صرف دھمکی کی بنیاد پر ہی دفاعی طرز عمل اختیار کر کے قتل وقتال شروع کر دے۔

۴– دفاع کرتے ہوئے جہاں تک ممکن ہو ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہئے جس میں کم از کم تشدد ہو، جیسے اگر حملہ آور شور مچانے سے بھاگ جائے، تو اسے مارنا درست نہیں ہے۔

۵– دفاع کے علاوہ کوئی اور راستہ ممکن نہ ہو یعنی جنگ کی اجازت آخری تدبیر کے طور پر ہے (دیکھئے الفقہ الاسلامی وادلتہ ۵/ ۷۵۴)۔

چنانچہ ملک العلماء علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

اس سلسلہ میں اصولی بات یہ ہے کہ جس نے ایسے شخص کو جان سے مار ڈالنا چاہا جس کا خون حلال نہیں ہے، تو دیکھا جائے گا کہ جس شخص پر کوئی تلوار لیکر حملہ آور ہوا ہے کیا وہ اپنا بچاؤ اسے قتل کئے بغیر کرسکتا ہے، اگر وہ ایسا کرسکتا ہو تو پھر حملہ آور کو قتل کرنا درست نہیں، اور اگر اس کے بغیر دفاع ممکن نہیں ہے تو پھر قتل کی اجازت ہے، اس لئے کہ یہ مدافعت کے لئے ضروری ہے، اور اگر کوئی شخص اس پر تلوار تان دے تو اس کے لئے اسے قتل کرنا جائز ہے، اس لئے کہ دفاع صرف قتل ہی کے ذریعہ ممکن ہے، کیونکہ اگر وہ لوگوں سے مدد طلب کرے تو مدد آنے سے پہلے ہی حملہ آور اس کا کام تمام کر دے گا (بدائع الصنائع ۷/ ۹۲)۔

اور موسوعہ فقہیہ میں ہے:

دفاع کرنے والا جہاں تک ہو سکے آسان سے آسان تر طریقہ اختیار کرے، اگر صرف زبان سے یا لوگوں سے مدد مانگنے سے کام چل جائے تو مارنا حرام ہے، اور اگر ہاتھ کے ذریعہ دفاع ممکن ہو تو پھر کوڑا استعمال کرنا حرام ہے، اور اگر کوڑے سے دفاع ممکن ہو تو